© rasailojaraid.com

اسلام اور تھیاکریسی

عبدالحمید ایم اے

(۱)

اسلام نے اپنے نظامِ فکر کا آغاز ہی اس حقیقت سے کیا ہے کہ مستقبل کے امکانات کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ ہاں مستقبل ذاتِ الٰہی کے علمِ کُلّی میں فعلیت اور تخلیق کی حیثیت سے مضمر رہا ہے اس وجہ سے کہ ذاتِ واجب کے علم میں وہ سب امکانات ہوتے ہیں جو عالم میں تکمیل پذیر ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے اُس نے انسان کی پوری راہنمائی کا سامان کر دیا ہے۔ تاہم اس میں کچھ مضمرات ایسے بھی ہیں، جن کے اطلاقات نے روزِ ازل سے ہی تعین کی شکل اختیار نہیں کی۔ انہیں فہمِ انسانی کی سعی اور جہد کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسلام بلاشبہ ایک مکمل دین، ایک متعین نظامِ حیات ہے جس میں زندگی کے ہر ہر گوشہ سے متعلق تفصیلی ہدایات ملتی ہیں لیکن وہ کبھی اس کا قائل نہیں کہ معاشرہ بجائے خود ساکن ہے اور اس میں کچھ ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر علماء اسلام اجتہاد کی مدد سے اُس روشنی کو جو عمومات کتاب و سنت میں پہلے سے پوشیدہ ہے، زمانہ کی ہر چال کے ساتھ منظرِ عام پر لاتے رہے اور اس طرح انہوں نے ہر دور میں نسلِ انسانی کی رہنمائی کی۔ انہوں نے نہ تو زمانہ کو پیچھے گھسیٹا اور نہ ہی ہر نئی چیز کو بغیر سوچ سمجھے سینہ سے لگایا، بلکہ تاریخ کی اضطراری رفتار سے جو نئے مسائل اُبھر کر سامنے آئے اُن کو اچھی طرح سمجھ کر کتاب و سنت سے اُن کا حل بھی پیش کیا۔ اس طرزِ فکر کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان تنگ نظری اور تعصب کے اُن مسموم اثرات سے جنہوں نے تھیاکریسی کے پیروؤں کو برباد کیا ہمیشہ محفوظ رہے۔ اسلام کے ایک ولندیزی نقاد نے اس حقیقت کا یوں اظہار کیا ہے:

"جب ہم قانونِ اسلام کے ارتقا کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم یہ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ ایک طرف ہر زمانہ کے علماء معمولی معمولی بات پر اپنے مخالفین کی تکفیر بھی کرتے رہے مگر دوسری طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی لوگ اپنے پیشروؤں کے باہمی اختلافات کو بھی برابر رفع کرتے رہے ہیں۔"

اسلام نے حیاتِ انسانی کے حرکی تصور کو پیش کر کے مسلمانوں کے قلوب کو اتنا وسیع کر دیا ہے کہ تھیاکریسی میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ تھیاکریسی میں رائے کے معمولی اختلاف پر مذہبی عدالتوں (INQUISITIONS) کے چہروں پر شکن آ جاتے اور ان اختلاف کرنے والوں کو نہایت ہی عبرتناک سزائیں دی جاتیں۔ اسلام نے اس کے برعکس رائے اور مسلک کی آزادی کو پوری اہمیت دی ہے۔ اس باب میں اسلامی قانون کی سب سے بہتر وضاحت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کی ہے۔ ان کے زمانہ میں خوارج کا گروہ پیدا ہوا تھا جو آج کل کے انارکسٹ اور نہلسٹ گروہوں سے ملتا جلتا تھا۔ حضرت علیؓ کے زمانے میں وہ علانیہ اسٹیٹ کے وجود کی نفی کرتے تھے اور بزورِ شمشیر اس کو مٹانے پر تلے ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے اُن کو پیغام بھیجا۔

كونوا حيث شئتم وبيننا وبينكم ان لا تسفكوا دما ولا تقطعوا سبيلا ولا تظلموا احدا۔

تم جہاں چاہو رہو اور ہمارے اور تمہارے درمیان شرط یہ ہے کہ تم خونریزی اور رہزنی نہ اختیار کرو اور ظلم سے باز رہو۔

ایک دوسرے موقع پر حضرت علیؓ نے ان کو پیغام دیا کہ

لا نبدأكم بقتال ما لم تحدثوا

جب تک تم فساد نہ کرو گے ہم تمہارے خلاف لڑائی کی ابتدا نہ کریں گے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت میں کوئی گروہ جو خیالات چاہے رکھے اور پر امن طریقے سے جس طرح چاہے اپنے خیالات کا اظہار کرے[1]۔ اسلامی حکومت اس کو نہ روکے گی البتہ اگر وہ اپنے خیالات زبردستی (BY VIOLENT MEANS) مسلط کرے اور نظامِ ملکی کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرے تو اُس کے خلاف کارروائی کی جائے گی[2]۔

---

[1] مرتد کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ جب اسلام کو چھوڑتا ہے تو ملکی قانون (THE LAW OF THE LAND) سے بغاوت کرتا ہے اور باغی کی سزا قتل ہوتی ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو "مرتد کی سزا اسلامی قانون میں" از سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ [2] بحوالہ اسلامی دستور کی تدوین از سید ابوالاعلیٰ مودودی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی نہیں بلکہ وہ غیر مسلم جو اپنے آپ کو اسلامی حکومت کی ذمہ داری میں دے دیں انہیں نہ صرف زندگی کی وہ ساری سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں جن سے مسلمان متمتع ہوتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے مذہبی حقوق اور ان کے پرسنل لا کی بھی پاسبانی کی جاتی ہے[۱]۔

آخر میں ہم نہایت ہی اختصار کے ساتھ اس فرق کو بیان کرتے ہیں جو اسلام اور تھیاکریسی کے نظام ہائے معاشیات میں پایا جاتا ہے۔

ہم گذشتہ صفحات میں اس امر کی پوری طرح وضاحت کر چکے ہیں کہ تھیاکریسی میں دنیاداری ایک مہا پاپ ہے۔ اس کے مطابق یہ عالم ایک "مایا" یا دام کا وہ دانہ ہے جسے شکاری نے خوبصورت اور پوشیدہ پھندوں کے درمیان بکھیر دیا ہے۔ اب جو کوئی اسے اٹھانے کی کوشش کرے گا وہی ان میں گرفتار ہو گا۔ لہٰذا انسان کے لیے عافیت اسی میں ہے کہ وہ اس دنیا اور اس کے معاملات سے پوری طرح کنارہ کش رہے[۲]۔ یہ نظریہ بظاہر کتنا ہی جاذبِ نظر کیوں نہ ہو مگر حقیقت سے اتنا دور ہے کہ ایک سماج کے سارے افراد اس پر عمل پیرا نہیں ہو سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند باعزم انسان اس دنیا سے منہ موڑ کر جنگلوں اور بیابانوں کی طرف چلے گئے۔ باقی رہنے والوں میں ایک ایسا عیار طبقہ بھی تھا جو دوسروں کی کمائی پر جینا چاہتا تھا۔ اس طبقہ نے میدان میں کسی دوسرے کو اپنا مدمقابل نہ پاکر اپنے ان خطرناک عزائم کی تکمیل کے لیے مذہب کا سہارا لیا۔ اس سلسلہ میں جو پہلا کام اس نے کیا وہ یہ تھا کہ دوسروں سے اپنی برتری کو تسلیم کروایا۔ پھر انہیں یہ بات بھی ذہن نشین کرائی کہ ان کا مقصد صرف یہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس کے عیش و آرام کے لیے سامان فراہم کرتے رہیں اور اگر وہ اس فرض کی بجاآوری سے روگردانی کریں تو وہ

---

[۱] تفصیلات کے لیے دیکھیے "اسلامی ریاست (۶) غیر مسلموں کے حقوق" از مولانا امین احسن اصلاحی

[۲] آنجہانی لارڈ ٹامپ نے اپنی کتاب عیسائیت اور معاشیات میں لکھا ہے:

"معاشی امور میں انجیل سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش عموماً ناکام رہی ہے عیسائیوں کی مذہبی کتاب کسی خاص معاشی نظام یا سیاسی جماعت یا معاشی زندگی کے لیے کسی لائحہ عمل کو پیش نہیں کرتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سخت مجرم ہیں۔ مثال کے طور پر چند احکام ملاحظہ کیجیے :۔

"برہمن اپنی پیدائش ہی سے دیوتاؤں کا دیوتا ہے۔ اور برہماجی نے اپنی عبادت کے زور سے برہمن کو اپنے منہ سے پیدا کیا ہے" دھرم کی رو سے نیچی ذات والا اعلیٰ سے بڑوں کے کرم (پیشہ) سے اوقات گزاری کرے تو راجہ اُسے بے زر کر کے جلد اپنے ملک سے نکال دے۔ برہمن کی سیوا (خدمت) شودر کا بڑا کرم (عبادت) ہے۔ اس کو چھوڑ کر اور جو کچھ کرتا ہے وہ سب نسپل (بے ثمر) ہے[1]۔

برہمن اور غیر برہمن کی اس تفریق کو خالص معاشی معاملات میں بھی روا رکھا گیا ہے۔ مثلاً قرض کی شرح سود برہمن سے فیصدی دو روپے، چھتری سے تین روپے، ویش سے چار روپے، اور شودر سے پانچ روپے[2]۔ اسی طرح کسی برہمن کی چار بیویاں چار مختلف ذاتوں کی ہوں تو برہمن کا بیٹا چار حصے کشتری کا بیٹا تین حصے، ویشیہ کا بیٹا دو حصے اور شودرہ کا بیٹا ایک حصہ لے گا[3]۔

پھر اس عیار طبقے نے پیشوں کی اس تقسیم کو اتنا مستقل بنا دیا کہ ایک انسان کے لیے ایک پیشہ کو چھوڑ کر دوسرے پیشے کو اختیار کرنا بالکل ناممکن ہو گیا۔ اور یہ ساری چالاکیاں اس لیے کی گئیں تاکہ لوگ ان کے چنگل سے آزاد نہ ہو سکیں۔ اس سلسلہ کا ایک فرمان ہے :۔

"اے کنتی کے فرزند! اپنا کرم (پیشہ) اگر باعیب بھی ہو تو نہ چھوڑنا چاہیے سب کاموں کے آغاز عیب سے پلٹے ہوئے ہیں۔ اسی طرح جیسے آگ دھوئیں سے لپٹی رہتی ہے[4]۔

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ تھیاکریسی میں بالعموم اہل پیشہ کو حقیر اور ادنیٰ تصور کیا جاتا ہے اور ان کی زندگی کی وہ قدر نہیں ہوتی جتنی کہ ایک بڑے طبقہ کے فرد کی۔ چنانچہ بائبل میں مذکور ہے :۔

"اگر آقا اپنے خادم یا خادمہ کو ایک ڈنڈا رسید کرے اور وہ اس وقت مر جائے تو اس کو سزا دی جائے گی۔ لیکن اگر وہ ایک دن یا دو دن زندہ رہے تو اس کو سزا نہ دی

---

[1] منوسمرتی [2] " [3] " [4] "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے گی کیونکہ وہ اس کا مال ہے[1]۔"

یہی نہیں بلکہ اس طبقہ نے اپنی عیش پرستی کے لیے وہ وہ طریقے وضع کیے جن کے تصور سے عقل عاجز ہے۔ لیو پولڈ رینک نے اپنی کتاب "تاریخ پوپ" (THE HISTORY OF POPES) میں ان کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔ دولت کی ہوس اور مال کے عشق نے اس طبقہ کو اتنا مغلوب کر رکھا تھا کہ مذہبی عہدے اور منصب معمولی سامانِ تجارت کی طرح بکتے تھے اور ان کا نیلام بھی ہوتا تھا۔ جنت کے قبالے، مغفرت کے پروانے، نقضِ قانون کے اجازت نامے اور نجات کے سرٹیفکیٹ بے تکلف بکتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ مذہبی عہدہ دار سخت راشی اور سود خوار ہو گئے اور دولت کو بے دریغ اڑانے لگے۔ ان کی فضول خرچی اور اسراف کا یہ حال تھا کہ پاپائے انوسینٹ ہشتم نے پاپائی کا تاج تک رہن رکھا۔ اسی طرح پاپائے لیو دہم کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے تین پاپاؤں کی آمدنی اڑا ڈالی یعنی سابق پوپ نے جو دولت چھوڑی تھی پہلے وہ خرچ کی۔ اس کے بعد اپنی دولت، جب یہ بھی کافی نہ ہوئی تو اپنے جانشین کی آمدنی کو پہلے سے وصول کر کے صرف کر ڈالا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مملکت فرانس کی پوری آمدنی بھی ان پاپاؤں کے اخراجات کے لیے کافی نہ ہوتی تھی[2]۔

اس پر مزید ستم ظریفی یہ کہ مملکت کے انتظام چلانے کے لیے جو روپیہ حاصل کیا جاتا اس میں یہ طبقہ بالکل حصہ دار نہ ہوتا۔ اس قسم کے قوانین بنائے گئے جن کی رو سے ٹیکسوں کا سارا بوجھ غریبوں پر پڑتا اور یہ لوگ ان کی زد سے بالکل محفوظ رہتے۔ منوسمرتی میں اس کی یوں صراحت کی گئی ہے:

"بادشاہ خواہ کتنا ضرورت مند ہی کیوں نہ ہو، اُسے برہمن پر کسی قسم کا ٹیکس عائد نہیں کرنا چاہیے۔"

اس قسم کے قوانین کا نتیجہ یہ ہوا کہ سماج دو مختلف طبقوں میں بٹ گیا۔ ایک طرف تو مذہبی گروہ ہر قسم کی عیاشیاں کرتا اور اس کی مقناطیسی حیثیت گرد و پیش سے مزید دولت سمیٹتی چلی جاتی اور دوسری

[1] بائبل ہجرت باب ۲۱

[2] معرکۂ مذہب و سائنس از ظفر علی خاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف عوام ہر لمحہ مفلوک الحال ہوتے چلے جاتے۔

آئیے اب ہم یہ دیکھیں کہ اسلام نے ان معاملات میں کیا نظریہ پیش کیا ہے۔

اسلام تھیاکریسی کی طرح اس دنیا کو نہ تو "مایا" سمجھتا ہے اور نہ دام کا وہ دانہ جسے شکاری نے خوبصورت جال میں بکھیر دیا ہے بلکہ اسے ایک حقیقت سمجھ کر اس سے فائدہ اُٹھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلاً (ص - ۲)

ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کچھ بیکار و ناحق پیدا نہیں کیا۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۔ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (آل عمران - ۲۰)

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن اور رات کے الٹ پھیر میں بڑی نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے۔ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اور غور کرتے رہتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور ان کو دیکھ کر پکار اُٹھتے ہیں) کہ اے پروردگار تو نے اس کو بیکار نہیں پیدا کیا۔

قرآن حکیم نے زندگی سے فرار اور کنارہ کشی کو نیکی سے تعبیر نہیں کیا بلکہ اُس کے نزدیک نیکی یہ ہے کہ ایسا صالح ماحول پیدا کیا جائے جس میں کسی قسم کے ناجائز انتفاع کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ کسی طبقہ کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ دوسروں کی کمائی ہوئی دولت پر عیش کرے یا اپنی خداداد صلاحیتوں سے وہ دوسروں کے جائز حقوق پر ڈاکہ ڈالے۔ اسلام مسلمانوں سے ایک ایسے نظام کے قیام کا مطالبہ کرتا ہے جس میں ہر فرد حیاتِ مستعار کی چند گھڑیاں پورے سکون و اطمینان سے گزار سکے۔

اس لیے جس طرح اُس نے زندگی کے دوسرے معاملات میں ہدایت دی ہے اسی طرح اُس نے معاشی زندگی کے لیے وہ قوانین دیے ہیں جن کی مدد سے سماج میں ہر قسم کی بے انصافی اور لوٹ کھسوٹ کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس ضمن میں قرآن حکیم نے سب سے پہلے جس بنیادی حقیقت کو بے نقاب کیا ہے وہ یہ ہے کہ حقیقی عزت اور اصلی مفاخرت دولت کی فراوانی اور سرمایہ کی کثرت میں نہیں بلکہ دلوں کے تقویٰ اور اعمال کی صالحیت میں ہے۔ اس کے ساتھ اس نے افراد کے ذہن سے اس غلط خیال کی بھی بیخ کنی کرنے کی کوشش کی ہے کہ کوئی فرد بھی محض اپنی پیدائش کی بنا پر دوسروں پر برتری اور تفوق کا حقدار نہیں ہوسکتا ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ - (۴۹-۱۳)	اے ساکنان زمین! ہم نے تم سب کو ایک ہی نوع کے مرد اور ایک ہی نوع کی عورت سے پیدا کیا ہے۔ (یعنی ہمارے نزدیک تم سب برابر ہو) اور تمہارے مختلف گروہ

اور قبیلے محض اس لیے بنا دیئے ہیں کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو ورنہ اللہ کے نزدیک تم سب میں قابل عزت وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

اسلام نے نہ صرف ہر قسم کے مصنوعی امتیاز کو یک قلم مٹا دیا بلکہ محنت اور مزدوری کے خلاف سماج میں جو جذبۂ نفرت موجود تھا اُسے بھی ختم کر دیا۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائیں اور بعد میں اس کا ذکر فخریہ طور پر فرماتے۔ آپ نے اُجرت پر بوجھ بھی اٹھایا اور ارشاد فرمایا:۔

الکاسب حبیب اللہ	پیشہ والے اللہ کے دوست ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن پاک نے نہایت ہی وضاحت کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ اس دنیا میں ہر انسان پر فرداً فرداً اس کے تمام اچھے اور بُرے اعمال کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ اس لیے یہ خیال بالکل خام ہے کہ کوئی ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کا کفارہ ادا کر سکتا ہے یا اللہ کے علاوہ انہیں معاف کر دینے کا مجاز ہے۔ اسلام نے اس توقع کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی کہ کوئی فرد بھی کسی بڑے سے بڑے تعلق اور کسی مضبوط سے مضبوط واسطہ کے طفیل جرائم کی پاداش سے بچایا جاسکتا ہے۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا وَلَا	ہر نفس جو کچھ کماتا ہے اس کا بوجھ اسی پر ہے کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (۶-۳)

کسی کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۶۰ : ۱)

قیامت کے دن تمہارے رشتے اور تمہاری اولاد ہرگز کام نہ آئے گی۔ تمہارے درمیان اللہ فیصلہ کریگا۔ اور اُس کی نظر تمہارے عملوں پر ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۔ (۳۵ : ۳)

کوئی شخص کسی دوسرے کا بارِ گناہ اپنے سر نہ لے گا۔ اور کسی پر گناہوں کا بڑا بار ہو اور وہ اپنا ہاتھ بٹانے کے لیے کسی کو بلائے تو وہ اس کے بوجھ کا کوئی حصہ اپنے اوپر نہ لیگا خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ۔ (۲۱-۳)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جب کہ نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا۔

ان آیاتِ شریفہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق کوئی فرد خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو نہ تو کسی دوسرے کو نجات کا وعدہ دلا سکتا ہے اور نہ اُسے مغفرت کی دستاویز دینے کا حق رکھتا ہے۔ قرآن کی رُو سے ان ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی دولت بالکل حرام ہے۔ اور غالباً اسی قسم کی کمائی کے متعلق کلام پاک میں یہ تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ (التوبہ - ۵)

اے مومنو! یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء اور مشائخ میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو لوگوں کا مال ناحق و ناروا کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے انہیں روکتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ نے ایک مسلم سوسائٹی میں ایسی تمام چیزوں کے استعمال کو منع فرما دیا ہے جن کی ترکیب اُن عناصر سے کی گئی ہو جو یا تو جسمانی امراض کا مبداء بنتی ہوں، یا لوگوں کے قوائے حیوانی کو برانگیختہ کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں ممد و معاون ہوں، یا اُن کے استعمال سے غرور، خود نمائی، اور جابرانہ نخوت ایسے مذموم جذبات بھڑکتے ہوں۔

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ (مائدہ)

پس اللہ نے جو کچھ تم کو رزق دیا ہے اس میں سے حلال طیب کھاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔

اے لوگو! جو کچھ زمین میں ہے اس میں سے حلال طیب کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بلاشبہ وہ تمہارے لیے کھلا دشمن ہے۔

"حَلٰلًا طَيِّبًا" کی تفسیر میں علامہ رشید رضا لکھتے ہیں:۔

"طیب سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کے ساتھ غیر کا حق متعلق نہ ہو اس لیے کہ نصِ قرآنی نے جن اشیاء کو حرام کیا ہے۔ ان کی حرمت تو ذاتی ہے اور اس لیے مضطر کے علاوہ کسی حالت میں کسی کے لیے ان کا استعمال درست نہیں اور ان کے علاوہ جن اشیاء کی حرمت اُس شے کی حقیقت اور ذات میں نہیں پائی جاتی ہے بلکہ باہر کے اسباب سے حرمت آتی ہے، ان کی ممانعت طیب کہہ کر کردی گئی ہے۔

پس جو شے ناحق لی گئی اور صحیح طریق کار سے حاصل نہیں کی گئی بلکہ ربا، رشوت، جُوا، ظلم، غصب، دھوکہ، خیانت اور چوری جیسے ناپاک ذرائع سے حاصل کی گئی، وہ بھی حرام ہے اس لیے کہ طیب نہیں ہے پس ہر خبیث شے حرام ہے خواہ وہ خبیث باہر کے اسباب و ذرائع سے اس میں آیا ہو اور خواہ اس کے اندر موجود ہو۔"

اس کے علاوہ قرآن پاک نے بڑی سختی کے ساتھ مال دولت کے احتکار اور اکتناز کو منع فرمایا ہے تاکہ دولت کی گردش رک کر عام لوگوں کی زندگی کو خستہ حال نہ کردے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ

اور جو لوگ خزانہ بنا کر رکھتے ہیں سونے اور چاندی کو اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ — دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو جس روز کہ اس

جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ — مال پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی پھر اس سے اُن

وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ — کی پیشانیاں، ان کے پہلو اور پیٹھ کو داغا جائیگا اور

فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (توبہ) — کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے واسطے جمع

کر رکھا تھا اور اب اس کے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

اسی طرح قرآن پاک نے خرچ پر بھی پابندی عائد کر دی ہے تاکہ سماج کا کوئی طبقہ اپنی دولت کو عیش و عشرت میں ضائع نہ کرے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا — کھاؤ، پیو اور اعتدال سے تجاوز نہ کرو۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا — اور فضول خرچی ہرگز نہ کرو۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ — بلا شبہ اخراجات میں حد سے تجاوز کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم فوائد القرآن میں "تبذیر" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اور خدا کا دیا ہوا مال فضول خرچی میں مت اڑاؤ۔ فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کر دے جو آگے چل کر تفویت حقوق اور ارتکاب حرام کا باعث بنے"

اس کے ساتھ ساتھ قرآن پاک نے وہ مدیں (ITEMS) بھی بیان کر دی ہیں جن پر ایک مسلم کو اپنا مال خرچ کرنا چاہیے۔

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ — اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (بنی اسرائیل) — اور قرابت والوں اور مساکین اور مسافروں کو ان کا حق دو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ — اور ان کے اموال میں ضرورتمند اور تنگدست لوگوں کا حصہ ہے۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (اعراف) — اور کھیتی کٹنے کے وقت اس کا حق ادا کرو۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ (بقرہ) — وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں۔ کہہ دیجئے مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کرو پس والدین کے لیے ہو اور قرابت والوں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں کے لیے اور مسافروں کے لیے۔ اور جو نیکی بھی تم کرو بلا شبہ اللہ جاننے والا ہے۔

ان آیات سے اسلام کے نظامِ مالیات کا بھی ایک ہلکا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے تھیا کریسی میں امرا، جو بالعموم مذہبی طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں، ہر قسم کے ٹیکس کی ادائیگی سے آزاد ہوتے ہیں اور محاصل کا سارا بوجھ تنہا غربا کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں یہ ذمہ داری انہی لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو فارغ البال ہوں۔ یہاں مفلسوں کے افلاس اور اُن کی کمزوری سے ناجائز فائدہ حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ حکومت پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ امرا کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کر کے انہیں غربا کی فلاح و بہبود پر صرف کریں۔ زکوٰۃ کی اصلی غرض و غایت خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمائی ہے۔

تؤخذ من اغنیاءھم فترد علی فقراءھم — مالداروں سے لی جائے اور ناداروں میں بانٹی جائے۔

ان تصریحات کے بعد یہ حقیقت خود بخود منکشف ہو جاتی ہے کہ اسلام نے جو معاشی نظام پیش کیا ہے وہ تھیا کریسی سے بالکل مختلف ہے۔ ایک صحیح مسلم سوسائٹی میں کسی طبقہ یا فرد کے لیے کبریائی کے ٹھاٹھ قائم کرنے کے لیے کوئی موقع نہیں۔ اس میں فرد جس قدر بھی زیادہ کماتا ہے اسی نسبت سے اس کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا ہے اور اس لیے وہ انفاق پر مجبور ہوتا ہے۔ اس لیے ایک مسلم معاشرہ میں یہ صورت حالات پیدا نہیں ہو سکتی کہ سادہ لوح عوام تو دن رات محنت کر کے کمائیں اور ان کی کمائی پر ایک طبقہ مذہب کی آڑ لے کر عیش و آرام کرتا رہے۔

یہ ہے وہ عظیم فرق جو اسلام اور تھیا کریسی کے درمیان پایا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com